اندرونی خلفشار کو کم کیجئے!

نہیں صاحب' نہیں ہم گئے گزرے لوگ نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہمارا ملک کسی طرح کمزور ہے۔؟ مسئلہ صرف ایک ہے۔ اگر یہ حل نہ کر پائے' تو ڈوبتے ہوئے دائروں کا سفر جاری رہے گا۔ داخلی اور بیرونی ذلت ہمارے قد سے اوپر نکل جائے گی۔ معاملات کی نزاکت کو بھانپ لینے کے بعد' اگر ہمارے نظام Self Correction کی طرف چل پڑتا ہے۔ تو تھوڑے ہی عرصے میں ہم دنیا کے طاقتور ترین اور جدید ملکوں میں شمار ہوں گے۔ حقیقت میں اگر اکابرین' ٹھنڈے دماغ سے غور وفکر کریں۔ اپنی ذات کے تعصب کو کھرچ کر باہر نکالیں۔ پھر عوام کے فائدے والے مشکل فیصلے کریں۔ تو محض پانچ سے دس برس میں ملک کی قسمت پلٹ جائے گی۔ اگر یہ نہ ہوسکا۔ تو یاد رکھیے۔ کہ دکھوں' غموں' بے روزگاری کے بھنور سے ایسا طوفان برپا ہوگا۔ جو سب کو لپیٹ میں لے کر تباہ کردے گا؟ اللہ نہ کرے۔ کہ ہمارے وطن کو یہ بدنصیبی دیکھنی پڑے۔ آج بھی پرامید ہوں۔ کہ خدا' اپنے کسی بندے کا دل اچھائی کی طرف مائل کرسکتا ہے۔ اصل حکمران' ادنیٰ فیصلوں کے حصار سے نکل کر' ملک کی خیر خواہی کے سفر پر قدم رکھ سکتے ہیں۔ غور فرمایئے۔ کہ ایک مکمل مغربی رکھ رکھاؤ والے انسان سے' خدا نے مسلمانوں کے لئے ایک نیا ملک بنوا دیا۔ وہ شخص جو مقامی زبان نہیں بول سکتا تھا۔ اپنے حد درجہ بلند قانونی ذہن کے ذریعے' کسی بھی خون خرابے کے بغیر' ایک یکتا ملک تشکیل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ فساد اور قتل و غارت تو تقسیم کے مرحلے میں ہوئے تھے۔ دراصل یہ انگریز حکمرانوں کی کمزور انتظامیہ کی وجہ سے برپا ہوئے تھے۔ جس نے لاکھوں انسان' زندگی کی بازی ہار گئے۔ کبھی کبھی تو یوں لگتا ہے کہ متحدہ پنجاب کی انگریز انتظامیہ' ملک چھوڑنے کا بدلہ' بالواسطہ طور پر لے رہی تھی۔ کسی جگہ بھی فساد کو روکنے کے لئے ٹھوس' اقدامات نہیں لئے گئے۔ بہر حال یہ میرا آج کا موضوع نہیں ہے۔ آج اس ناامیدی کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ حکمران' کسی بھی اخلاقی اور قانونی جواز کے بغیر' مکمل ڈھٹائی سے تخت نشین ہیں۔ متعدد ایسے فیصلے کر رہے ہیں جن سے انتظامی' سیاسی' سفارتی' اقتصادی سطح پر ریاست کو بہت نقصان ہو رہا ہے۔ جزئیات میں جائے بغیر' عرض کروں گا کہ طالب علم کے تجزیہ کے مطابق' پورا نظام' ناقابل برداشت بوجھ کے تحت دب کر تقریباً دم توڑ چکا ہے۔ اردگرد جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ وہ سب کے علم میں ہے۔ میں کسی بھی سطح پر کوئی نئی بات کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

سب سے پہلے یہ عرض کروں گا۔ کہ گھڑ سوار' ناکارہ سیاسی بوجھ سے اب کافی بےزار نظر آتے ہیں۔ لازم ہے کہ یہ حساس معاملات ہیں۔ ان کی کوئی ایک جہت نہیں ہوتی' بلکہ یہ حد درجہ پیچیدہ ہوتے ہیں۔ سانپ اور سیڑھی کے اس کھیل میں' کچھ بھی وثوق سے نہیں کہا جاسکتا۔ مگر سیاسی طوفان آنے کے آثار سے تو سب کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ غور کیجئے۔ کہ کیا' وزیر خارجہ جتنے اہم ترین انسان کے نواسے کے خلاف قانونی کارروائی ہوسکتی تھی؟ جب کہ اس صوبہ میں ان کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ انتظامی معاملات پر ان کی مکمل گرفت ہے۔ پولیس تو ان کے اشارہ ابرو پر چلتی ہے۔ پھر ایسا کیا ہوا' کہ شاہی خاندان کا ایک شہزادہ قانون کی گرفت میں آ گیا۔ جواب بہت سادہ سا ہے۔ گھڑ سوار' بڑی خاموشی سے یہ سب کچھ کروا رہے تھے۔ پنجاب کی انتظامیہ اور پولیس ان کے حکم پر ساری کارروائی کر رہی تھی۔ جہاں تک بین الاقوامی دباؤ کا تعلق ہے۔ تو اس خاندان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ کی خاطر' یہ تمام لوگ' قانون' اصول اور شفافیت کے نزدیک تک نہیں جاتے۔ بلکہ سچ پوچھیں' تو یہ تمام قوانین سے بالاتر ہیں۔ پھر اس کیس میں کیا ایسا ہوا' کہ ایک شہزادہ پابند سلاسل ہوگیا۔ اس انہونی کے علاوہ' ایک اور نیا معاملہ بھی سامنے آیا۔ کہ پورے میڈیا نے بھرپور طریقے سے اس المناک واقعہ کو کور کیا۔ ہر سطح پر' لوگوں میں مقدمہ کے تمام حساس پہلو بھی سامنے لائے گئے۔ یہ گھڑ سواروں کی اجازت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ دونوں غیر ملکی خواتین کا عدالتی بیان اور فرانزک بھی غیبی مخلوق کے ذریعے سے ممکن ہوا ہے۔ آج بھی' ہر طرح سے تمام کارروئی' انہیں کی مداخلت سے ہو رہی ہے۔ یہ بات' حد درجہ غیر معمولی ہے۔ اور اسے اتنا اچھالا گیا جس سے شاہی خاندان' اندرونی طور پر کافی حساسیت کا شکار ہوگیا۔ مگر ان کے لئے' کھل کر بات کرنی' شائد آسان نہیں تھی۔

آپ' مندرجہ بالا واقعہ کو اپنی سطح پر غور سے پرکھیے۔ پھر آرام سے بلکہ توجہ سے اس کی تہہ در تہہ پیچیدگیوں کو کھولیے۔ آپ کو' اس کا ایک اور ردعمل سامنے آتا نظر آئے گا۔ مولانا کی تقریر۔ جسے سوشل میڈیا پر بہت پذیرائی ملی ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ ریاستی اداروں کے خلاف ہے بلکہ اس میں شہداء کے مقدس خون کی بھی نفی کی گئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا مولانا اتنے غیر سنجیدہ سیاست دان ہیں کہ اپنے زور بازو پر اتنی بڑی بات کہہ ڈالیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر انہوں نے حد درجہ متنازعہ زبان استعمال کی ہے۔ ریاستی اداروں سے کئی مہیب غلطیاں ہوئی ہیں۔ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے۔ مولانا کے اسٹیبلشمنٹ پر حملے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملکی سطح کے چند سیاسی گھرانے بلواسطہ طور پر اداروں سے بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دلوانا چاہتے ہوں۔ اور آنے والی آئینی ترمیم کی پیش بندی کر رہے ہوں۔ کوئی بھی انسان جو مولانا کے ماضی کو جانتا ہے۔ اسے بخوبی علم ہے کہ مولانا کبھی بھی گیلی مٹی پر پاؤں نہیں رکھتے۔ ان کی ذات کا فائدہ اور ان کے خاندان کا اقتصادی مفاد' انہیں ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ حالیہ تقریر کو میں کئی اعتبار سے اداروں پر ایک منظّم شب خون حملہ سمجھتا ہوں۔ جس میں وہ ایک بڑے کھیل کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایک اور نکتہ توجہ طلب ہے وہ یہ کہ مولانا کا یہ اعلان فرمانا کہ انہیں لڑنے والے گروہ یا جتھے بنانے کے لئے کہا گیا ہے۔ یہ نکتہ حد درجے اہم ہے۔ طالب علم کی حیثیت سے تمام سیاسی راہنماؤں کی حد درجے عزت کرتا ہوں۔ میری سوچ صرف اور صرف ملکی مفاد کے تابع ہے۔ کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ جتھے بنا کر کس سے لڑنا ہے؟ انہیں کس نے مسلح گروہ بنانے کا حکم دیا ہے؟ مولانا کی اس کے اندر کتنی صلاحیت موجود ہے؟ یہ وہ حد درجے اہم سوال ہے جس طرف اس تقریر میں کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے کہ ایک سیاسی جماعت' مسلح جتھے مرتب کرے۔ تو زمینی حقائق کے مطابق یہ صلاحیت ان کی سیاسی جماعت میں بالکل موجود نہیں ہے۔

ایک اور نکتہ ذہن میں بار بار آتا ہے۔ کہ شاید حضرت صاحب کی سیاسی جماعت کو اداروں نے اس حد کی پذیرائی نہیں بخشی جو مولانا کی خواہش کے مطابق ہو۔ انہیں کسی بھی صوبے میں اتنی عددی طاقت نہیں دی گئی۔ جس سے وہ حکومت بنانے یا گرانے کا کردار دار کرسکے۔ بلکہ وہ اپنی آبائی سیٹ جو کہ کے پی کے اندر واقعہ ہے۔ اس میں بھی شکست کھا گئے۔ حد درجے غم و غصے اور جذباتیت میں وہ حرکت کی ہے جس سے مستقبل میں ان کے لئے بے پناہ مسائل کھڑے ہوسکتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اگر آپ اپوزیشن کے مرکزی قائدین کی طرف دیکھیں تو ان میں سے کسی نے بھی اتنی سخت گیری سے کام نہیں لیا۔ یہاں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی بھی صورت میں شہداء کے مقدس خون اور قربانی کو متنازعہ بنانے کی حرکت نہیں کرنی چاہئے۔ مخالفت برائے مخالفت اور چیز ہے۔ ادارہ جاتی غلطیاں بالکل ایک مختلف نوعیت کا منفی کام ہیں۔ مگر جو بندے وطن کی مٹی پر اپنی جان نچھاور کرگئے۔ ان کی شہادت کو تنخواہ سے منسلک کرنا کسی بھی سیاسی قائد کو زیب نہیں دیتا۔ قطعاً یہ عرض نہیں کر رہا کہ ریاستی ادارے ہر کام درست کر رہے ہیں۔ ان کو بھی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ مگر ذرا سوچیے کہ مولانا کے الفاظ کی گونج جب شہداء کے وارثوں تک پہنچے ہوگی تو ان کی کیا کیفیت ہوگی۔

یہ درست بات ہے کہ ہر ادارے کا ایک دائرہ کار ہے جس سے اسے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ مگر کیا ہمارا کوئی سیاسی قائد یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ ادارہ جاتی مدد کے بغیر وزارت عظمیٰ یا کسی بھی صوبے کی وزارت اعلیٰ تک پہنچ پایا ہے۔ معذرت کے ساتھ مولانا بھی ہمیشہ اسی طرح کی بیساکھیاں استعمال کرتے رہے ہیں۔ اختتام پر یہی گزارش کروں گا۔ کہ ایک سیاسی جماعت کے قائد اور ریاستی ادارے کے سربراہ کو' ہر قسم کی غلط فہمی کو ادب آداب کے دائرے میں حل کرنا چاہیے۔ اس کی قطعاً میڈیا کو بھنک تک نہیں پڑنی چاہیے۔ آگے دیکھئے یہ اندرونی جنگ کیا رنگ لے کر آتی ہے؟